"داستانِ خسرو"

اڈیٹر برہان کے نام ایک خط

از پروفیسر خلیق احمد نظامی شعبۂ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

برادرِ محترم ، سلام مسنون !

دسمبر ۱۹۶۵ء کے "برہان" میں ایک مضمون "داستانِ خسروؒ" نظر سے گزرا۔ میں تو اس مضمون کو قابلِ اعتنا نہیں سمجھتا تھا، لیکن میرے ماموں مولانا نسیم احمد صاحب قبلہ فریدی سے جب مضمون کا ذکر آیا تو انھوں نے اصرار کیا کہ اس کے بیانات کی تردید ضرور کی جائے، ورنہ "برہان" میں شائع ہونے سے اس مضمون کو ایک علمی حیثیت حاصل ہو جائے گی اور اس طرح حضرت امیر خسروؒ کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پھیل جائیں گی، ان ہی کے تعمیلِ ارشاد میں یہ سطریں لکھ رہا ہوں، آج کل سفر کی تیاری میں مصروف ہوں، اس لئے کسی مفصل مضمون کی فرصت نہیں ہے اس خط ہی کو "برہان" میں شائع کر دیجئے۔

---

(۱) **حضرت امیر خسروؒ کی تصانیف** : مضمون نگار امیر خسروؒ کی تصانیف اور اشعار کی تعداد کے متعلق شدید غلط فہمی میں مبتلا معلوم ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ میں خسروؒ کے دو مشہور اور مستند معاصر مؤرخوں کے بیانات ملاحظہ ہوں :

ضیاء الدین برنی لکھتے ہیں :-

"امیر خسرو در نظم و نثر پارسی کتب خانۂ تصنیف کردہ است"

تاریخ فیروز شاہی ص ۳۵۹

امیر خسرو نے فارسی نظم اور نثر میں ایک کتاب خانہ تصنیف کیا ہے۔

میر خورد لکھتے ہیں :-

"از کتبے کہ انشائے او کتاب خانہ پُر گشت"

سیر الاولیاء ص ۳۰۲

ان کی لکھی ہوئی کتابیں اتنی ہیں کہ ایک کتاب خانہ اُن سے بھر جائے۔

معاصر مؤرخین کے بیانات کے بعد کسی اور رائے کی ضرورت نہیں تھی، لیکن محض یہ دکھانے کے لئے کہ جو کچھ معاصرین نے لکھا ہے وہ متاخرین نے تسلیم کیا ہے، چند آراء پیش کی جاتی ہیں۔

(ا) مولانا جامی لکھتے ہیں :

"نود و نُہ کتاب تصنیف کردہ است و می گویند کہ در بعضے مصنّفات خود نوشتہ است کہ اشعار من از پانصد ہزار کمتر است و از چہار صد ہزار بیشتر"

نفحات الانس ص ۵۴۸ (مطبع نول کشور ۱۹۱۵ء)

انھوں نے ۹۹ کتابیں تصنیف کی ہیں اور کہتے ہیں کہ انھوں نے اپنی بعض تصنیفات میں لکھا ہے کہ میرے اشعار ۵ لاکھ سے کم اور چار لاکھ سے زیادہ ہیں۔

(ب) نواب صدیق حسن خاں کی رائے ہے :-

"عدد اشعارش بہ پنج لک شعر میرسد، سخن آفرینی بایں قدرت و سرمایگی در ایران و دیار ہم نبر خاستہ"

شمعِ انجمن، مطبع شاہ جہانی ۱۲۹۳ھ
۱۳۷

ان کے اشعار کی تعداد ۵ لاکھ تک پہنچتی ہے اس قادر الکلامی اور سرمایگی کے ساتھ سخن آفرینی ایران میں بھی نہیں ہوئی۔

(ت) مولانا شبلی لکھتے ہیں :-

"فردوسی کے اشعار کی تعداد کم و بیش ستر ہزار ہے۔
صائب نے ایک لاکھ شعر سے زیادہ کہا ہے، لیکن امیر خسرو کا کلام کئی لاکھ سے، کم نہیں ـــ اکثر تذکروں میں خود امیر خسرو کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ان کا کلام تین لاکھ سے زیادہ اور چار لاکھ

سے کم ہے۔ لیکن اس میں غالباً ایک غلط فہمی ہے، امیرؔ نے ابیات کا لفظ لکھا ہے اور قدماء کے محاورہ میں بیت ایک سطر کو کہتے ہیں۔" شعرالعجم حصہ دوم ص ۱۱۹

خسروؔ کی "قادر الکلامی اور پرگوئی" کا یہ حال تھا کہ مطلع الانوار جس میں ۳۳۲۷ اشعار ہیں، صرف دو ہفتہ میں لکھی گئی۔ خود کہتے ہیں ؎

از اثر اختر گردوں خرام
شد بہ دو ہفت ایں مہِ کامل تمام

مطلع الانوار کے اشعار کا اوسط اس طرح روزانہ سوا دو سو ہوتا ہے۔ پورے خمسہ میں ۱۷۹۱۰ اشعار ہیں اور یہ تین سال میں لکھا گیا تھا۔

خسروؔ ۶۵۳ھ / ۱۲۵۵ء میں پیدا ہوئے تھے۔ ۷۲۵ھ / ۱۳۲۴ء میں وصال فرمایا۔

دیوان تحفۃ الصغر کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے بارہ برس کی عمر میں بیت و رباعی کہنی شروع کی۔ اب اندازہ لگائیے کہ ۶۰ سال کی علمی زندگی میں وہ کتنے اشعار لکھ سکتے تھے !!

---

(۲) حضرتِ نظامی گنجویؒ سے عقیدت : مضمون نگار نے امیر خسروؔ کا ایک شعر نقل کیا ہے جس میں شاعرانہ تعلی کے ساتھ کہا گیا ہے ؎

دبدبۂ خسروِ ام شد بلند
غلغلہ در گورِ نظامی فگند

اور اس بنیاد پر خسروؔ پر الزام لگایا ہے کہ "سخن طرازی کے نشۂ غرور میں بہت ہی سرشار اور مدہوش نظر آتے ہیں اور ان کی کلاہِ فخر و مباہات فرقدان پر دکھائی دیتی ہے، بادۂ استکبار و خودستائی کے عالم میں گویا ہیں۔"

آگے چل کر لکھتے ہیں کہ :

"حضرت امیر خسروؔ اپنے پیشرو (نظامی) کا نام کس دنائت اور بے عزتی کے ساتھ لیا کرتے ہیں۔"

مضمون نگار کے یہ خیالات نہ صرف غلط بلکہ گمراہ کن ہیں۔

اس طرح کے اشعار کو (اگر وہ صحیح طور پر منسوب کئے گئے ہوں) صحیح پس منظر میں دیکھنا چاہیئے ——— بقول مولانا آزاد اس قسم کی "انانیت دراصل اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اس کی فکری انفرادیت کا ایک قدرتی سرجوش ہے۔" لیکن سخت غلطی ہوگی اگر یہ سمجھا جائے کہ خسروؒ اپنے پیشرو نظامیؒ کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ انھوں نے اپنے کلام میں جا بجا نظامی کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ افسوس ہے کہ مضمون نگار نے ایسے تمام اشعار کو نظر انداز کر دیا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:-

(۱) بدیں ابجد کہ طفلاں راکند شاد
مثالے بستم از تعلیم استاد

گرت شیریں نخوانی۔ بار بد ہست
وگر جاں نیست بارے کالبد ہست

کشاد او پنج گنج از گنجۂ خویش
بداں پنج آزمایم پنجۂ خویش

کہ تا گوید مرا عقلِ گرامی
زہے شائستہ فرزندِ نظامی

(شیریں خسرو)

(۲) ہنر پرور گنجۂ گویائے پیش
کہ گنج ہنر داشت زاندازہ بیش

نظر چوں بریں جام صہبا گماشت
ستد صافی و دُرد برما گزاشت

من ارچہ بداں مے گراں سر شوم
کجا با حریفاں برابر شوم

چو گویا خردمند آفاق بود
نخواند آں ورق کز خرد طاق بود

ہمہ پیکرے جلوہ کرد از سریر
کہ ہر جا کہ باشد بود دل پذیر

زرازے برافگند سرپوش را
کہ ناگفتہ باور شود گوش را

(آئینۂ سکندری)

(۳) نظم نظامی بہ اضافت چو دُر
وز دُرِ او سربسر آفاق پُر

پختہ ازو شد چو معانی تمام
خام بود پختنِ سودائے خام

بہ کہ دریں جنبش طبع آزمائے
سر بہ نہی اوّل و آنگاہ پائے

مثنوی او راست ثنائے بگو
بشنو واز دور دعائے بگو

از پئے بخشش بخدا آرزوے
لیک عنایت زبزرگاں بجوے

سوزِ سخن را نہ بخامی طلب
پختگیش ہم ز نظامی طلب

(مثنوی قرآن السعدین)

ان اشعار کو سامنے رکھئے، اور پھر اس شعر پر توجہ فرمائیے۔ مجھے تو مولانا سعید احمد فاروقی

(مصحح آئینہ سکندری) کا یہ خیال کہ "کیا عجب کہ وہ تعلی کا شعر بھی الحاقی ہو" (ص ۹) بہت صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اگر اس خیال کو محض قیاسی سمجھا جائے، تب بھی مندرجۂ بالا اشعار کی روشنی میں مضمون نگار کی رائے محض گمراہ کن معلوم ہوتی ہے۔

(۳) سرقہ کا الزام: مضمون نگار نے خسرو پر سرقہ کا الزام لگایا ہے جو قطعاً مہمل اور بے معنی ہے۔ اگر مضمون نگار صرف خسرو کی مثنویوں پر لکھے ہوئے مقدمات پر نظر ڈال لیں تو ان کو احساس ہو جائے گا کہ انھوں نے کتنی غیر ذمہ داری کے ساتھ یہ الزام لگایا ہے۔ فارسی زبان اور ادب کے ماہرین اب تک اس پر بحث کرتے رہے ہیں کہ نظامی اور خسرو میں کس کا خمسہ بہتر ہے؟ یہ کسی نے نہیں کہا کہ خسرو کا خمسہ "حضرت نظامی گنجوی کے تخیل اور فکر کا سرقہ ہے" دولت شاہ ثمر قندی نے لکھا ہے کہ امیر بایستغر اور الغ بیگ میں اکثر اس پر بحث ہوا کرتی تھی کہ کس کا خمسہ بہتر ہے۔ امیر بایستغر خمسۂ خسرو کو ترجیح دیتے تھے۔ نواب حبیب الرحمن شیروانی مرحوم نے جب دونوں کا بغور تقابلی مطالعہ کیا تو اس رائے پر پہنچے کہ:۔

"مجموعی مقابلے کے لئے پہلے مولانا نظامی کا کلام پڑھو اور بار بار پڑھو، اور جب پڑھ چکو تو غور کرو کہ دل پر کیا اثر ہوا۔ تمہارے دل پر متانت و بلاغتِ کلام کا اور مضامین کی بلندی و رزانت کا اثر پڑے گا اور تم کہہ اٹھو گے کہ ضرور یہ ایک قادر الکلام استاد کا کلام ہے۔ اس کے بعد امیر خسرو کے اشعار اسی انداز سے پڑھو اور سوچو۔ متانت و فصاحتِ کلام اور بلندی و خوبی مضامین کے ساتھ ساتھ درد کی چاشنی پاؤ گے، اور تمہارا دل شہادت دے گا کہ یہ ایک درد آشنا دل کی صدا ہے۔"

مضمون نگار نے بغیر مطالعہ سرقہ کا الزام لگا دیا۔

علاوہ ازیں مضمون نگار کو یہ حقیقت بھی پیش نظر رکھنی چاہیئے کہ جب کسی ادبی کاوش کا جواب لکھا جاتا ہے تو شعوری اور غیر شعوری طور پر بعض مضامین کی تکرار ہو جاتی ہے۔ بعض جگہ مقصد یہ ہوتا ہے کہ پیشرو کے مفہوم کو زیادہ واضح کر دیا جائے۔ مثلاً معراج کے سلسلہ میں نظامی کا شعر ہے ؎

شبے کآسمان مجلس افروز کرد ؛ شب از روشنی دعویِ روز کرد

اس میں یہ دقت پیش آئی کہ مجلس افروز کردن اگر مصدر مرکب لیا جائے تو مفعول باقی نہیں رہتا اور اگر افروز کرد کو علیحدہ کیا جاوے تو ذریعہ جس سے روشن کیا جائے نہیں بیان کیا۔ شارحین کو بھی اس میں تاویلات کرنی پڑیں خسروؔ نے اسی شعر کو صاف کر کے اِس طرح کر دیا ہے

فلک ماہ را چوں شب افروز کرد ؛ شبِ تیرہ پیرایۂ روز کرد

اب اسے اگر کوئی سرقہ قرار دینے لگے تو اسے کیا کہا جائے گا !

(۴) ایک غزل: مضمون نگار نے خسروؔ کی مشہور غزل "اے چہرۂ زیبائے تو" کے متعلق اپنی رائے ظاہر کی ہے کہ "سخن فہموں کے نزدیک" چشمانِ تو زیرِ ابروان اند و دندانِ تو جملہ در دہان اند" سے زیادہ اس میں جان نہیں " ——— اگر "سخن فہمی" یہی ہے تو پھر "سخن ناشناس" ہونا کیا ہے !!!

مضمون نگار کو شاید یہ معلوم نہیں کہ نہایت "اعلیٰ" علمی ذوق رکھنے والوں نے اس پر "سر دھنا ہے" اور بہت سے اہلِ ذوق نے اس پر تضمین کی ہے، جن میں نوابِ حبیب الرحمٰن خاں شیروانی بھی شامل ہیں (جن کا ذکر مضمون نگار نے ایک طرح سند کے طور پر کیا ہے) مضمون نگار شاید یہ بھول گئے کہ سعدیؒ کی بعض بہترین غزلیں وہ ہیں جن کی سادگی اس غزل سے بھی بڑھ گئی ہے، اس غزل کا یہ کمال ہے اور اسے خسروؔ کی ادبی کرامت کہا جا سکتا ہے کہ اس کا ہر مصرعہ ضرب المثل ہو گیا ہے۔

(۵) ایک لغو شعر: مضمون نگار نے ایک لغو شعر نقل کیا ہے، جس کے مصنّف کا نام وہ بھول گئے لیکن اس کو وہ "مردِ حق بین وحق گو" سمجھتے ہیں۔ استدلال کا یہ انداز افسوسناک بھی ہے اور تکلیف دہ بھی۔ خسروؔ کے مخالفین میں صرف ایک نام عبید کا مشہور ہے۔ لیکن اس کے متعلق برنیؔ کا بیان ہے کہ وہ مفسد اور فتنہ پرداز تھا۔

(۶) نمونے کے اشعار: مضمون نگار نے "مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر خسروؔ کے چار اشعار نقل کئے ہیں ——— کوئی بھی منصف مزاج شخص اُن سے پوچھ سکتا ہے کہ کیا ان سے بہتر اشعار خسروؔ کے یہاں نہیں ہیں؟ اور کیا اُن کو نمونے کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا تھا؟ ———

ایک تذکرہ نویس نے لکھا ہے کہ بعض اہلِ ذوق محض اس شعر کی بنا پر ہے

قطرۂ آبے نخورد ماکیاں ؛ تا نکند رو بسوئے آسماں

(مصحح آئینہ سکندری) کا یہ خیال کہ "کیا عجب کہ وہ تعلی کا شعر بھی الحاقی ہو" (ص ۹) بہت صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اگر اس خیال کو محض قیاسی سمجھا جائے، تب بھی مندرجۂ بالا اشعار کی روشنی میں مضمون نگار کی رائے محض گمراہ کن معلوم ہوتی ہے۔

(۳) سرقہ کا الزام: مضمون نگار نے خسرو پر سرقہ کا الزام لگایا ہے جو قطعاً مہمل اور بے معنی ہے۔ اگر مضمون نگار صرف خسرو کی مثنویوں پر لکھے ہوئے مقدمات پر نظر ڈال لیں تو ان کو احساس ہو جائے گا کہ انھوں نے کتنی غیر ذمہ داری کے ساتھ یہ الزام لگایا ہے۔ فارسی زبان اور ادب کے ماہرین اب تک اس پر بحث کرتے رہے ہیں کہ نظامی اور خسرو میں کس کا خمسہ بہتر ہے، یہ کسی نے نہیں کہا کہ خسرو کا خمسہ "حضرت نظامی گنجوی کے تخیل اور فکر کا سرقہ ہے" دولت شاہ سمرقندی نے لکھا ہے کہ امیر بایستغر اور الغ بیگ میں اکثر اس پر بحث ہوا کرتی تھی کہ کس کا خمسہ بہتر ہے۔ امیر بایستغر خمسۂ خسرو کو ترجیح دیتے تھے۔ نواب حبیب الرحمٰن شیروانی مرحوم نے جب دونوں کا بغور تقابلی مطالعہ کیا تو اس رائے پر پہنچے کہ:-

"مجموعی مقابلے کے لئے پہلے مولانا نظامی کا کلام پڑھو اور بار بار پڑھو، اور جب پڑھ چکو تو غور کرو کہ دل پر کیا اثر ہوا۔ تمہارے دل پر متانت و بلاغتِ کلام کا اور مضامین کی بلندی و رزانت کا اثر پڑے گا اور تم کہہ اٹھو گے کہ ضرور یہ ایک قادر الکلام استاد کا کلام ہے۔ اس کے بعد امیر خسرو کے اشعار اسی انداز سے پڑھو اور سوچو۔ متانت و فصاحتِ کلام اور بلندی و خوبی مضامین کے ساتھ ساتھ درد کی چاشنی پاؤ گے، اور تمہارا دل شہادت دے گا کہ یہ ایک درد آشنا دل کی صدا ہے۔"

مضمون نگار نے بغیر مطالعہ سرقہ کا الزام لگا دیا۔

علاوہ ازیں مضمون نگار کو یہ حقیقت بھی پیشِ نظر رکھنی چاہیئے کہ جب کسی ادبی کاوش کا جواب لکھا جاتا ہے تو شعوری اور غیر شعوری طور پر بعض مضامین کی تکرار ہو جاتی ہے۔ بعض جگہ مقصد یہ ہوتا ہے کہ پیشرو کے مفہوم کو زیادہ واضح کر دیا جائے۔ مثلاً معراج کے سلسلہ میں نظامی کا شعر ہے ؎

شبے کآسمان مجلس افروز کرد ٭ شب از روشنی دعویِ روز کرد